
ظفر اعوان
مہاجر
پرندے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مہاجر پرندے

ظفر اعوان

شاعر کی دیگر تصانیف:

۱۔ آرزوئے سحر

۲۔ زیویں سدھراں دی

۳۔ عُمراں دے کُھوہ

۴۔ کندھاں اُتے گھاہ

نام کتاب:	مہاجر پرندے
شاعر:	ظفر اعوان
سرورق:	حمدان خالد
بارِ اوّل:	اکتوبر 2019ء
کمپوزنگ:	عدنان خالد
تزئین و اہتمام:	زاہد محمود زاہدؔ
مطبع:	حاجی منیر پرنٹرز، لاہور
قیمت:	400 روپے
بیرونِ ملک:	15 امریکی ڈالر
بیک فوٹو:	ذیشان منظور، کوپن ہیگن، ڈنمارک

اپنی کتاب کی بہترین اشاعت کے لیے رابطہ کریں

دھنک مطبوعات

لاہور/ ملتان 0300-8873052

shams.ua786@gmail.com

انتساب

دوزخوں کی آگ یوں دور ہم سے ہو گئی
بخش دی بہشت جو ربّ نے ماں کے روپ میں

والدہ محترمہ

عائشہ بی بی

کے نام

فہرست

مہاجر پرندے

سیالکوٹ علامہ اقبال اور فیض احمد فیض کا شہر ہے۔ ظفر اعوان بھی اسی سرزمین کے ذہین و فطین سپوت ہیں۔ سیالکوٹ، لاہور اور سویڈن سے اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ الیکٹریکل انجینئرنگ کرنے کے بعد کوپن ہیگن ڈنمارک میں مقیم ہیں۔

شاعری فنون لطیفہ میں سے بہت ہی لطیف اور اعلیٰ صنف ہے۔ لفظوں کو اپنے لہجہ کے مطابق صحیح مقام پر استعمال کرنا ہی اچھے شاعر کا کمال ہوتا ہے۔ شاعر ہجر و وصال، خیال و خواب، خوشی و غمی اور حزم و ملال کی کیفیات کو صورتِ حال کے مطابق برائے کار لاتا ہے۔ وہ داخلی کیفیات کی پر کشش تنہائی ہو یا خارجی منظر کی جلوہ گری۔ ان کیفیات کے رنگ و روپ وقت کے تقاضوں کے مطابق بدلتے رہتے ہیں۔ ظفر اعوان بات کو سلیقے سے کہنے اور دلوں میں گھر کر لینے کے فن سے بخوبی واقف ہیں۔

ظفر اعون کے اب تک تین شعری مجموعے منظر عام پر آ چکے ہیں۔ آرزوئے سحر، زیویں سدھراں دی اور عمراں دے کھوہ۔ فخر اور مسرت کا مقام یہ ہے کہ ان کی شاعری نے علمی ادبی شخصیات کو متاثر کیا۔ اور وہ قدر آور لوگ اس کے کلام میں رطب اللساں نظر آئے۔ عوامی ردعمل بھی بہت خوشگوار رہا۔ یورپ اور پاکستان میں باذوق قارئین نے ان کے کلام کو سراہا۔ ظفر کو شاعری سے جنون کی حد تک عشق ہے، عشق انسان کا جذباتی اور معنوی وجود ہوتا ہے۔ یہ یورپ میں گذشتہ کئی سالوں سے مقیم ہیں لیکن انہوں نے اسلام کی عظمت اور نبی کریم ﷺ کی محبت کو فراموش نہیں کیا۔ وہ

سمجھتے ہیں کہ مسلمانوں کے دلوں میں رسول پاک ﷺ کی محبت کی شمع روشن رکھنا ہی دینی اور دنیاوی ترقی کی ضمانت ہے۔ یہ عشق ہی ان کی اصل قوت ہے جو قوم کو خودی، خودداری، عزت و وقار سے روشناس کراتا ہے۔ ان کے دل و دماغ میں اللہ تعالیٰ کی ذات پر ایمان راسخ کرنے میں ممد ثابت ہوتا ہے۔ ایسی ہی شاعری زندگی کے صحیح عکس، صدق وصفا اور شاعر کے پرگداز دل کی ترجمانی کرتی ہے۔ وہ انسانیت سے محبت کرنے والا انسان ہے، اس کا قلم بنی نوع انسان کے روشن مستقبل کا متمنی رہتا ہے۔

زیر کتاب مہاجر پرندے میں غزلیں بہت ہی سادہ، دلکش، موثر اور دلپذیر انداز میں ہیں وہ بیشتر شاعری کی قدیم روایت سے وابستہ ہیں۔ ان کا اندازہ اور لب و لہجہ انتہائی جدید ہے، شاعر کا مشاہدہ بہت عمیق اور ارتقا پسند ہے۔ کیونکہ اس کی اساس غم حیات ہیں جو انسانی حوصلے اور آرزوؤں کو پائندگی عطا کرتے ہیں۔ ان کے اظہار میں سلیقہ، زبان و بیان میں شائستگی، اظہار و ابلاغ میں خوبصورتی اور انداز و اسلوب میں فنی نزاکتوں کو نبھانے کا پورا پورا شعوری عمل دخل ہوتا ہے۔

ظفر اعوان جواں سال شاعر ہے۔ وہ نقل مکانی کے بعد مہاجر پرندوں میں شامل ہو گیا ہے۔ ان پرندوں کا قیام اور پڑاؤ مختصر نہیں بلکہ طویل المدّت ہوتا ہے۔ پرندے ایک شاخ پہ بیٹھے اور تھوڑی دیر بعد اڑ گئے۔ انسانی پرندوں کا ٹھہراؤ دیرپا اور بعض اوقات اذیت ناک بھی ہو سکتا ہے۔ اس ہجرت نے اُسے جن مصائب سے گزارا ان دکھوں نے اسے بلند پروازی پر مائل کیا۔ اپنی تہذیب و ثقافت اور وطن سے دوری کے احساس نے تخلیقی لحاظ سے اسے انسانی آرزوئیں۔ خوشیاں اور غم اپنی ذات کا حصہ بنانے اور ان کے اظہار کی طرف توجہ دلائی۔ وہ کہتے ہیں۔

مرے چار سو ہیں مسافر پرندے
نہیں بھاتے مجھ کو مجاور پرندے
وہ دکھ ہجرتوں کے نہیں جانتا ہے
کہ مارے ہیں جس نے مہاجر پرندے
ہے پرواز جن کی ستاروں سے آگے
پرندوں سے بڑھ کر ہیں شاعر پرندے

ان کے حسن بیان اور قلم کے کرشمات دیکھنے کے لئے مزید اشعار ملاحظہ ہوں۔

ہے لب پہ حرفِ دعا مدینہ
خدایا کر دے عطا مدینہ
زبان پر ہو درد جاری
ہو جسم و جاں میں رچا مدینہ
جہاں ملی تھی نبی کو راحت
ہے کل جہاں سے بھلا مدینہ

❀❀❀

ٹھہر کیوں گئی ارتقائے محبت
خبر گیری کچھ اے خدائے محبت
محبت کی معراج کرب و بلا ہے
کہ نیزوں پہ قرآں سنائے محبت

❀❀❀

چشمے خون رنگ ہیں پھول ہیں لہو لہو
کس قدر اداس ہے وادیوں کی شام بھی

رات دن کر رہا ہوں مزدوری
بن چکا ہوں مشین برسوں سے

آپ نے اعتبار توڑا ہے
آپ پر تھا یقین برسوں سے

مرے ہی دم سے تیرے چمن میں رونقیں ہیں
ہوائیں جھومتی ہیں تو کیا مری خطا ہے

جو پہلے لیا تھا وہ واپس کیا ہے
مجھے اب کسی سے نہیں کچھ ہے لینا

تیرے ہر حیلے سے میں واقف ہوں ظفر
تیری ہر تاخیر کو پڑھنا سیکھا ہے

محنتوں کے بدلے میں بس تھکن سمیٹی ہے
غربتوں کے مارے ہم کاروبار کیا کرتے

دوزخوں کی آگ یوں دور ہم سے ہو گئی
بخش دی بہشت جو رب نے ماں کے روپ میں

وطن میں زندگی کا تماشہ ہو رہا ہے
کہ ہر پل بے حسی کا تماشہ ہو رہا ہے

محبتوں میں مگن ہوں جو دو پرندے تو
کبھی بھی ان کو اڑانے کی ضد نہیں کرتے

اللہ اللہ کرتا ہے بس
ہوتا اللہ لوگ الگ ہے

چلتے چلتے وہ جب ٹھہر جائے
دیکھ کر کیوں نہ کوئی مر جائے

ہے وہ آنکھ نم آج میری وجہ سے
کہ یوں کاش میرے خدایا نہ ہوتا

دیکھنے آتے تھے تماشہ جو
ہم انہیں آسرا سمجھ بیٹھے

اس کو ہی منظور نہیں جب
میری ہر تدبیر رُکی ہے

راز رکھتی نہیں ہیں سینوں میں
ہے یہی خامی مہ جبینوں میں

تو پریوں سے بھی سندر ہے
ہائے تو بھی کیوں فانی ہے

پگڑیاں اب نہیں بچھائیں گے
جو بھی آئے وہ سرنگوں آئے

پگڑی تھی جس کی ٹھوکر پر
اب اس کے منہ پر جوتا ہے

موسمِ گُل میں اس کو سمجھوں گا
میرے آنگن میں جب کھلو گے تم

پیار کے پھول جب نکلتے ہیں
رنگ میں بو بھی قید ہوتی ہے

ان کو ملنے کے لئے دل تہ و بالا تھا مرا
پر وہ وہ مجھ کو بڑے آرام سے ملنے آئے

میں نے اس مجموعہ کلام سے کچھ شعروں کا انتخاب کیا ہے۔اس کتاب میں بے شمار پیارے پیارے شعر مطالعہ چاہتے ہیں۔ باذوق قارئین اور اہل نظر اسے بڑھ کر یقیناً پسند کریں گے۔ان کی غزلیں جدید ادب میں تازہ ہوا کا جھونکا ثابت ہوں گی۔ کیونکہ ظفر اعوان کو نئے دور کے مسائل کا بھرپور ادراک ہے انسان کی اپنی ذات میں کشمکش تنہائی کا شدید احساس اطمینان قلب سے محرومی عصر حاضر کے متعدد اقتصادی معاشرتی اور سیاسی مسائل تار و پود کی طرح ان کے اشعار میں رچ بس گئے ہیں شاعر اپنی دھرتی اپنی تہذیب کو خوشبو، لہو، مٹی، ہوا، آگ، دعا، وشت، گلاب بہت سے خوبصورت استعاروں میں استعمال کرتا ہے۔ظفر اعوان کی تخلیقی فکر اور تازہ کاری وہ کہکشاں ہے جس کی کشش منفرد ہے۔وہ سچے جذبات کا انوکھا شاعر ہے۔

اس کے کلام کی اثر آفرینی درجہ کمال کو پہنچے گی۔عوام اسے محبتوں سے نوازیں گے۔علمی ادبی حلقے بھی ان شاء اللہ اسے انتہائی مقبولیت کی نگاہ سے دیکھیں گے۔

اسی دعا اور نیک تمناؤں کے ساتھ میں رخصت چاہتا ہوں۔

محمد اقبال اختر

کوپن ہیگن، 24 اپریل 2019ء

ظفر اعوان کے مہاجر پرندے

ظفر اعوان نے پھر تان اڑائی

ظفر اعوان اگر سیالکوٹ ہی میں ہوتا تو اپنے وفورِ کلام سے اس نے سیالکوٹ کی ادبی فضاؤں کو تہ وبالا کیا ہوتا۔ بلا کے محنتی اور زود گو ظفر کی نہ طبع رکتی ہے نہ اس کے نالے راہ نہ پانے کی دشواری سے گزرتے ہیں۔

ایک سیلِ رواں ہے جس کے آگے سنگ وخشت خس وخاشاک ہیں۔

کتاب کا عنوان ''مہاجر پرندے'' بہت کچھ کہتا ہوا اور گنگا اٹھاتا ہوا عنوان ہے۔ اور جب یہ بھی علم میں ہو کہ ظفر بھی لاکھوں افراد کی طرح ترکِ وطن کا دکھ اپنی سوچوں میں لئے پھرتا ہے تو خیال آتا ہے کہ اس کتاب میں زیادہ تر شاعری ترکِ وطن کے حوالے سے ہوگی لیکن چند ایک حوالوں سے ہٹ کر ظفر اس چال سے باآسانی نکلتا دکھائی دیتا ہے۔ اور اپنے ذہن کو محدود نہیں ہونے دیتا۔ چنانچہ اس کے اشعار زندگی کی تمام جہتیں اپنے اُجالوں اور اندھیروں سمیت دکھائی دیتی ہیں۔

رات دن کر رہا ہوں مزدوری
بن چکا ہوں مشین برسوں سے

یہ زندگی کا حوالہ ہے۔ ایسی مشینی زندگی کسی بھی ملک میں بسر ہونے والی زندگی کا نوحہ ہے۔ طورِ سینا، فوٹو، موشین، فون۔ ظفر کوئی بھی لفظ اپنی ضرورت کے مطابق

استعمال کرنے کا سلیقہ اور ادراک رکھتا ہے۔ظفر کو شاعری سے محبت ہے اور یہی محبت اس کی پہلی اور آخری محبت ہے۔

ظفر کا خمیر پنجابی ثقافت اور زبان سے اٹھا ہے۔ان کے پنجابی شاعری کے دو مجموعہ کلام ''زیویں سدھراں دی'' اور ''عمراں دے گھوہ'' منظر عام پر آکر مقبولِ عام ہو چکے ہیں۔پنجابی کلام کی جولانیاں اپنی جگہ ہیں اور جب پنجابی صحیح مخرج سے ادا ہو تو بہت لطف دیتی ہے۔اردو شاعری کی طرف بھی ظفر کا رجحان فطری ہے۔اس ضمن میں یہ ظفر کی دوسری کاوش ہے۔ان کی اردو شاعری کی پہلی کتاب ''آرزوئے سحر'' کے نام سے 2004 کو منظر عام پر آئی تھی۔ظفر اعوان کی شاعری پر مرکب عطر کا گماں ہوتا ہے۔جس میں پانچ طرح کے عطر شامل ہوں۔ظفر ارئی گو شاعر ہے۔طلب کی سچائی پر یقین رکھتا ہے اور شعر کے ساتھ ساتھ فنِ شاعری کے رموز بھی جانتا ہے اور مزید سیکھنے کی تگ ودو میں لگا رہتا ہے۔اور اسکی یہی خوبی اسے اپنی ہم عصروں میں نمایاں کرتی ہے۔اس کی شاعری بڑھوامنگل کے انگ اور رنگ رکھتی ہے۔

ڈھونڈنے کی فقط ضرورت ہے
ہے بہت کچھ یہاں دفینوں میں

ظفر کو پتہ ہے کہ تلاش سے دفینوں میں میں بہت کچھ مل سکتا ہے۔اور وہ ہمہ وقت تلاش میں سرگرداں ہے اسے ان دفینوں سے بہت کچھ ملے گا۔

زمیں ہوگئی تنگ تیری خدایا
ہواؤں میں سوئے مہاجر پرندے

بہت یاد کرتے ہیں اہلِ چمن کو
وطن سے پروئے مہاجر پرندے

اک سکوں سا دکھتا ہے آپ کے انوپ میں
جیسے کوئی بیٹھا ہو سردیوں کی دھوپ میں

دوزخوں کی آگ یوں دور ہم سے ہو گئی
بخش دی بہشت جو رب نے ماں کے روپ میں

تیرے ہاتھوں سے رنگ مہندی کا
ہم نے مانگا تھا بر ملا تم سے

زلزلوں میں مکان ٹوٹ گئے
شہر زندہ رہا مکینوں میں

اپنی منزل نہ کوئی مسکن ہے
جائیں گے راستہ جدھر جائے

یارو مجھ کو مے نوشی سے ویر نہیں ہے
بس آدابِ جام و مینا سیکھ رہا ہوں

وہ حسینی نہیں یزیدی ہے
جو مرے آنسوؤں پہ نالاں ہے

لاش تھی دفنانی بیٹے کی
ماں نے بیچے گہنے صاحب

محبت کی معراج کرب و بلا ہے
کہ نیزوں پہ قرآں سنائے محبت

بالکل درست ہے مَیں زیرِ عتاب ہوں
لیکن مجھے گماں ہے مَیں کامیاب ہوں

تُو نے جہاں سے دیکھا سچ ہے وہاں یہی
مَیں بھی تو اس جگہ سے دِکھتا خراب ہوں

جمشید مسرور

29 اپریل 2019، اوسلو، ناروے

مہاجر پرندے

تلاشِ معاش میں وطن سے دور جو ادیب و شاعر اپنی تخلیقات تراش رہے ہیں ان کی شاعری اور تحریروں سے وطن سے دوری کا کرب، نئے ماحول اور مسائل کا تذکرہ ملتا ہے۔اس نقل مکانی نے انہیں معاشی آسودگی بخشی تو ہے لیکن عزیز واقارب اور وطن سے بچھڑنے کا احساس انہیں اداس رکھتا ہے اور اُن کے اشعار میں اس موضوع کا اظہار ملتا ہے۔

ظفر اعوان یورپ کے مقبول شاعر ہیں ادبی تنظیم ''بیلی'' کے موجودہ صدر ہیں۔

اس مجموعہ کلام سے پہلے ان کا ایک اردو مجموعہ کلام '' آرزوئے سحر'' اور پنجابی کے دو مجموعاتِ کلام ''زیویں سدھراں دی'' اور ''عمراں دے کھوہ'' منظرِ عام پر آکر مقبولِ عام ہو چکے ہیں۔ان کے نئے اردو مجموعے کا نام ''مہاجر پرندے'' ہے۔

ہے پرواز جن کی ستاروں سے آگے
پرندوں سے بڑھ کر ہیں شاعر پرندے

اُن کی غزلیں پڑھ کر ایک تازگی کا احساس ہوتا ہے۔شاعری کسی بیرونی دستور العمل کی طابع نہیں، اپنے گہرے سماجی اور معاشرتی رابطوں کے باوجود ظفر کی شاعری کا واضح بیان اُن کی طبیعت کا پرتو ہے۔جس میں اُن کی بے ساختگی، ہلکا پھلکا طنز اور تخلیقی شخصیت کا عکس جھلکتا ہے۔

محنتوں کے بدلے میں بس تھکن سمیٹی ہے
غربتوں کے مارے ہم کاروبار کیا کرتے

مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوتی ہے کہ ظفر اعوان شاعری کے مدارج طے کرتے نظر آتے ہیں۔ اُن کے کلام میں کئی بہت اچھی غزلیں اور اشعار ہیں۔ چند شعر قارئین کے مطالعے کے لئے ان دعاؤں اور تمناؤں کے ساتھ کہ ظفر اعوان اسی رفتار کے ساتھ اس سفر پر گامزن رہیں گے، پہلا قدم اگلے قدم سے زیادہ بار آور ہوگا۔

بہت دیا ہے ظفر کو تو نے
کہو ناں یہ بھی، دیا مدینہ

عرش پر ہوں مکین برسوں سے
مجھ سے چھوٹی زمیں برسوں سے

راستہ ہم سفر نہیں ہوتا
چاند بھی رات بھر نہیں ہوتا

آپ نے اعتبار توڑا ہے
آپ پر تھا یقین برسوں سے

پہلے دل ہی تھا اشک اشک ظفر
اور اب آنکھ میں بھی پانی ہے

لاش تھی دفنانی بیٹے کی
ماں نے بیچے گہنے صاحب

خدایا جتنا دنیا نے ظفر کا جی جلایا ہے
زمیں کو پھونک دیتا میں اگر دہقاں نہیں ہوتا

زمیں ہوگئی تنگ تیری خدایا
ہواؤں میں سوئے مہاجر پرندے

جمیل احسن

11 مئی 2019، سویڈن

ظفر اعوان ایک مہاجر پرندہ

کوپن ہیگن ڈنمارک کا دارالحکومت بہت خوبصورت شہر ہے۔ اپریل ۲۰۱۹ کے آخری عشرہ میں ناروے اور ڈنمارک کے اندر غزالی ایجوکیشن ٹرسٹ کی فنڈ ریزنگ کے سلسلہ میں تقریبات منعقد ہوئیں اور ان تقریبات میں ایک سیگمنٹ مشاعرہ ہوتا تھا۔ پاکستان سے اس خاکسار کے علاوہ جناب امجد اسلام امجد اور جناب وصی شاہ جی مدعو تھے۔ الحمدللہ پروگرامز بہت کامیاب ہوئے۔

ان تقریبات کی اچھی باتوں میں سے ایک بہت اچھی بات یہ ہوئی کہ کچھ بہت اچھے دوستوں اور بہت اچھے شاعروں سے ملاقاتیں ہوئیں۔ ان سے ان کا کلام سننے کا موقع ملا۔ ان میں سے بعض دوستوں نے اپنے مجموعہ ہائے کلام کا تحفہ مرحمت فرمایا۔ جناب ظفر اعوان سے ان کا کلام سنا ''مہاجر پرندے'' ردیف والی غزل سنی جس میں انہوں نے بہت لطیف پیرائے میں نہایت مہارت کے ساتھ وطن سے دور روزی روٹی کے لیئے ہجرت کر کے آنے والوں کی عکاسی کی تھی۔ اس نے مجھے بہت متاثر کیا۔ انہوں نے بتایا کہ ان کی نئی آنے والی کتاب کا یہ عنوان ہے۔ پھر انہوں نے مجھے اس کتاب پر کچھ تبصرہ کی فرمائش بھی کر دی۔ یہ ظفر اعوان کی محبت ہے جو انہوں نے میرا انتخاب کیا ورنہ ان کے مداحوں میں مجھ سے بہت اچھا کہنے والے موجود ہیں۔

ظفر اعوان کی چند غزلوں پر جو میں نے سنیں یا پڑھیں ہیں اپنی رائے کا اظہار کر رہا ہوں ممکن ہے سارا کلام دیکھتا تو مزید کچھ لکھتا۔

تُو نے جہاں سے دیکھا سچ ہے وہاں یہی
مَیں بھی تو اس جگہ سے دِکھتا خراب ہوں

آگ پانی کو لگانی ہے مجھے
دھوپ کو کرنا ہے اب کے سائباں

آپ کو شوق شہرتوں کا ہے
میرا سب کچھ ہے شاعری میری

اسے کہنا کہ اب مہندی لگا لے
مرے ہاتھوں کا چھالا جا چکا ہے

کھولے جا رہا تھا میں حجاب در حجاب کو
ہاتھ جوڑے آگیا تھا طور میرے سامنے

طلب کی ہے سانسوں نے اجرت بدن سے
کرائے کے گھر سے مکیں کچھ ہے لینا

ایک فنکار کا فن پارہ تب تک معتبر نہیں ہوتا جب تک اس میں مقصدیت، حقیقت اور احساس نہ ہو۔ ظفر کے ہاں تینوں چیزیں موجود ہیں۔ ان کے کلام میں وطن کی محبت اور ہم وطنوں کا دکھ صاف نظر آتا ہے۔ آپ جب شعر کہتے ہیں تو اس میں عہد حاضر کی کربناکیوں کی جھلک واضح نظر آتی ہے۔

تجربہ، مشاہدہ اور مطالعہ دیگر فنون کی طرح فن شاعری کی بھی اساس ہیں۔ شاعری حقیقت نہیں بلکہ حقیقت کا تمثال ہے۔ شاعری کا منبع جمالیات ہے لہٰذا شعر حسن و صداقت کا امتزاج ہونا چاہیئے۔ واقعیت شاعری میں فروع کا درجہ رکھتی ہے۔ میرے مطابق ظفر اعوان نے اپنے کلام میں جاذبیت چاشنی اور حسن پیدا کرنے کے لیئے ان تینوں چیزوں کو مدنظر رکھنے کی قابل تحسین کاوش کی ہے۔

میری دعا ہے اللہ تعالیٰ ان کے کلام کے ہر حرف کو پذیرائی عطا کریں اور ادب وشعر کے متوالوں کو ان کے کلام سے بھرپور استفادہ کی توفیق عطا فرمائیں۔

سید سلمان گیلانی

11 مئی 2019، لاہور، پاکستان

مہاجر پرندے اور ظفر اعوان

تخیلاتی دائروں کو خوبصورت رنگوں سے کینوس پر پینٹ کرنے کا نام آپ کے نزدیک پینٹنگ ہو سکتا ہے مگر میرے نزدیک شاعری ہے شاعری جو کئی شکلوں اور زاویوں سے ہم تک پہنچتی ہے میں نے بھیک مانگتے بوڑھے گداگر کو بھی جب دیکھا تو یقین کیجیے مجھے وہ رُلا دینے والا نوحہ محسوس ہوا۔ لوگوں کے گھروں میں برتن مانجھتی کوئی خاتون یا کم عمر بچی مجھے غم واندوہ میں ڈوبی شاعری کی ہی ایک صنف محسوس ہوئی۔ بالوں میں اُترتی ہوئی چاندی کو آئینے میں دیکھتی ہوئی کسی مزدور کی کنواری شہزادی بھی اداسی سے بھرپور ایک نظم لگی۔ کسی کے ساتھ ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے زندگی کے تمام تر حسن کو کیش کرتی لڑکی بھی رومینٹک شاعری کی ہی ایک صنف ہے۔ میں زندگی اور اِس سے جڑی حقیقتوں سے اپنا مواد سمیٹنے والے شاعر کو ہمیشہ احترام سے دیکھتا ہوں۔ اِس لئے کہ وہ قاری کو رنگین خواب دِکھا کر اُسے طلسماتی دنیا کا باسی نہیں بناتا بلکہ زندگی کی تمام تر حقیقتیں دکھا کر ان کا سامنا کرنے کی جرات دیتا ہے کسی کو برا لگتا ہے تو لگے مگر سچ یہی ہے کہ میرے نزدیک ادب برائے ادب کی کوئی حقیقت نہیں۔ میرے نزدیک ہر وہ منظر شاعری ہی کی کوئی صنف ہے جو راہ چلتے ہوئے راہی کو روک لے۔

میں پچھلے کچھ روز سے ظفر اعوان کی شاعری سے لُطف اُٹھا رہا ہوں اٹلی کی یخ بستہ شاموں اور رومینٹک راتوں میں یہ شاعری مجھے کئی ان دیکھے منظروں میں منہمک کر دیتی ہے مجھے اپنے کمرے کی تنہائی سے یکسر دور کسی ایسی کھڑکی میں کھڑا کر دیتی ہے جہاں ہر لمحہ نیا منظر بدلتا ہے۔

بھوک کی ہتھیلی پر چھالے گن نہیں پائے
آسماں کے تاروں کو ہم شمار کیا کرتے

زلزلوں میں مکان ٹوٹ گئے
شہر زندہ رہا مکینوں میں

بچھا کر پھول ان کے راستوں پر
ہمیں خوشبو پہ ٹالا جا چکا ہے

اسے کہنا کہ اب مہندی لگا لے
مرے ہاتھوں کا چھالا جا چکا ہے

مری فوٹو کو اکثر لگا کر فون پر تو
اسے پھر چومتی ہے تو کیا میری خطا ہے

ترے حق میں نہیں بولا مگر خاموش ہی تو تھا
بھلا خاموش رہنے کا بھی مطلب ہاں نہیں ہوتا

خدایا جتنا دنیا نے ظفر کا جی جلایا ہے
زمیں کو پھوک دیتا میں اگر دہقاں نہیں ہوتا

آپ کو شوق شہرتوں کا ہے
میرا سب کچھ ہے شاعری میری

حادثہ سانحہ بنانے میں
آپ ہیں بہترین برسوں سے

ظفر اعوان کی شاعری نہ چیختی ہے نہ چلاتی ہے اور نہ شور مچاتی ہے۔

یہ اُن ریشمی دھیمی دُھنوں کی طرح اپنے حصار میں لے لیتی ہے جنہیں صرف آنکھیں بند کر کے سُنا اور محسوس کیا جا سکتا ہے۔ ظفر اعوان کے ہاں اُن رویوں کا اظہار جا بجا ہے جو دیارِ غیر میں شدت سے محسوس ہوتے ہیں وہ عرصہ دراز سے پردیس جھیل رہا ہے یہی وجہ ہے کہ اُس کی شاعری میں وطن سے دوری کا دُکھ سانسیں لے رہا ہے مہاجر پرندے اِسی دکھ اِسی کرب اور اِسی اذیت سے جنم لیتی ہوئی ایک ایسی تشبیہ ہے جس نے میری آنکھیں کیا روح تک نم کر دی ہے۔ ظفر اعوان اپنی خاص اور الگ راہ پہ چل رہا ہے۔ جہاں اُس کی اپنی اِک پہچان ہے اپنی ایک شناخت ہے اور یہ شناخت کسی کسی کو نصیب ہوتی ہے میں اِس دشتِ ریگزار میں کُھلے بازوؤں سے ظفر اعوان کا استقبال کرتا ہوں۔

میثم علی آغا

یکم مئی 2019، میلان، اٹلی

ہجرتوں کا شاعر

مہاجر ہونا ہی کم دکھ نہیں اور اس پر پرندوں کی ہجرت، معنی آفرینی کا نیا دروازہ کھولتی ہے۔ اور اگر اس کو ظفر اعوان کے لب و لہجے کے تناظر میں دیکھیے تو ہجرت کی آسائیشوں میں چھپی اذیت بڑی شدت سے محسوس کی جا سکتی ہے۔ ظفر اعوان کی چند غزلیں نظروں سے گزریں تو سب سے پہلے خوشگوار احساس یہ ہوا کہ ڈنمارک جیسے ملک میں بیٹھ کر جہاں وقت کا مطلب کرنسی ہے۔ ادھر رہتے ہوئے تخلیقی امور میں وقت گزارنا، مادیت کو احساس میں ڈھالنا کتنا مشکل ہوگا۔ اور اس مرحلے میں ظفر اعوان کا کئی درجے کامیاب قرار پانا ورطۂ حیرت میں ڈالنے والی بات ہے۔ خیر بات کو آگے بڑھاتے ہوئے ظفر اعوان کی شاعری کی طرف آتے ہیں۔ ان کی سب سے اچھی بات یہ ہے کہ موصوف شاعری کے منظر نامے میں خود کو اپنی مرضی سے پلیس نہیں کرتے بلکہ حسبِ بساط قلم اپنا حصہ طلب کرتے ہیں۔ زبان کے اساطیری رنگ پر بضد نہیں بلکہ زبان کے متحرک ذائقے کو اپنا ڈکشن بنانے پر یقین رکھتے ہیں۔ نئی بات کہنے کی جسارت کو بھٹک جانے کی رائیگانی پر ترجیح دیتے ہیں۔ میں دعا گو ہوں کہ خدا ان کے لفظ کی برکت میں اضافہ فرمائے۔

آخر میں ان کے چند اشعار آپ سب کی بصارتوں کی نذر۔۔۔

تُو نے جہاں سے دیکھا سچ ہے وہاں یہی
مَیں بھی تو اس جگہ سے دِکھتا خراب ہوں

مری فوٹو کو اکثر لگا کر فون پر تو
اسے پھر چومتی ہے تو کیا میری خطا ہے

طلب کی ہے سانسوں نے اجرت بدن سے
کرائے کے گھر سے مکیں کچھ ہے لینا

بھیڑ میں جیسے بچہ کھو جائے
کھو گیا سچ کہیں سیاست سے

پیار تھا اس کو میٹھے چشموں سے
ایک دریا جو الٹا بہتا تھا

محنتوں کے بدلے میں بس تھکن سمیٹی ہے
غربتوں کے مارے ہم کاروبار کیا کرتے

بھوک کی ہتھیلی پر چھالے گن نہیں پائے
آسماں کے تاروں کو ہم شمار کیا کرتے

کھولے جا رہا تھا میں حجاب در حجاب کو
ہاتھ جوڑے آ گیا تھا طور میرے سامنے

آگ پانی کو لگانی ہے مجھے
دھوپ کو کرنا ہے اب کے سائباں

زمیں ہوگئی تنگ تیری خدایا
ہواؤں میں سوئے مہاجر پرندے

اظہر فراغ

14 مئی 2019، بہاولپور، پاکستان

ظفر اعوان کی شخصیت اور شاعری

شعر اس بات کو کہتے ہیں جس میں شعور ہو اور شعور اس آتش کا نام ہے جس میں ادراک و آگاہی کا سوز ہو۔ ہر صاحب دل شاعر اپنے لئے اس سوز کا انتخاب رضا کارانہ طور پر خود کرتا ہے۔ یہ سوز شاعر کو مضطرب و بے قرار رکھتا ہے مگر شاعر بنا کسی لالچ و غرض کے اپنے پورے وجود اور شوق و ولولہ کے ساتھ آگہی کی اس آگ میں غوطہ زن رہ کر جلتا رہتا ہے اور تہہِ آتش سے وہ گوہر نکال لاتا ہے جس سے بسا اوقات شخصی و قومی زندگیوں میں انقلاب برپا ہو جاتا ہے۔

یہ نومبر 2017 کی بات ہے جب Facebook کی جہانِ Virtual میں راقم السطور اور ظفر اعوان مربوط ہوئے، آغاز میں قلیل مدت تک یہ رابطہ رسمی رہا مگر ہماری مشترک قدر شاعری نے ہمیں یوں نزدیک کیا کہ وہ رسمی سا تعلق بہت جلد پرجوش دوستی میں اور وہاں سے پُر مغز و پُر فکر بھائی بندی میں بدل گیا۔

شخصیت کے اعتبار سے ظفر اعوان ایک سیدھے، سچّے، محبت کرنے والے اور ملن سار انسان ہیں۔ صاحبِ فن لوگوں کے بہت بڑے قدر دان ہیں۔ ہر اچھے شاعر کے لئے دل سے محبت و احترام کا اظہار کرتے ہیں۔ ہر اُس شاعر کی خوب توصیف کرتے ہیں جن کے اشعار انہیں متاثر کرتے ہیں۔ ایک اچھے شاعر میں اس صفت کا ہونا اس کی عاجزی اور تحریک کی دلیل ہے۔ پاکستان اور پاکستانیوں کے لئے دل میں بہت زیادہ محبت و چاہت رکھتے ہیں۔ دینی و مذہبی معاملات میں کشادہ دل

واقع ہوئے ہیں، سخت گیر نہیں ہیں بلکہ روایت سے ہٹ کر ہر مذہب و مسلک کے لئے بہت زیادہ نرم خُو ہیں، مذہبی و دینی معاملات میں آبائی نظریات سے ماورا ہو کر حقائق پر مبنی افکار کو اپناتے اور سراہتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

ملکی و قومی امور پر کھل کر بولتے اور لکھتے ہیں۔ ظفر اعوان کی معاشی منصوبہ بندی بڑی سادہ و منطقی ہے، بہت زیادہ مال و اسباب کی چاہ نہیں رکھتے، بس حلال ذریعے سے اتنا چاہتے ہیں جس سے تین وقت کی روٹی اور بنیادی ضروریاتِ اہل و عیال پوری ہو جائیں، شاید یہی وجہ ہے کہ وہ معاشی میدان کی نسبت ادبی و شعری میدان میں زیادہ متحرک دکھائی دیتے ہیں۔ شاعری کی بابت اپنی منزل کا تعین کرتے ہوئے وہ کہتے ہیں "انشاء اللہ میں نے شاعری میں قلہِ عمود تک پہنچنا ہے" یہ بات ان کی بلند نگاہی کی دلیل ہے۔ آپ ظفر اعوان کے ہدف سے شاعری کے لئے ان کے شوق کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ ظفر اعوان کی عائلی و گھریلو زندگی بہت خوشگوار ہے ماشاللہ۔ اپنے بچوں پر شفیق باپ بن کر سایہ فگن ہیں اور اپنی زوجہ کے لئے محبت و چاہت سے معمور شریکِ حیات ہیں۔

آدمی پیدائشی طور پر عہدہِ انسانیت پر فائز نہیں ہوتا بلکہ تسلسل کے ساتھ ارتقاء و رشد و نموّ و تکامل کی منزلیں عبور کرنے کے بعد عہدہِ انسانیت پر فائز ہو کر اشرف المخلوقات اور خلیفۃ اللہِ فی الارض بن جاتا ہے۔ یہ منزل بھی آدمی کے سفر کا اختتام نہیں ہے بلکہ امرِ کُن سے خلق ہوئے آدمی کا انسان بن کر ذاتِ اِلٰہ تک پلٹنا اس کا اصل ہدف و انجام ہے۔

یہی آدمی جو پیدائشی طور پر انسان نہیں ہوتا، باشعور و صاحبِ علم نہیں ہوتا اور

مادی وروحانی طور پر تندرست وتوانا نہیں ہوتا تو کیسے ہوسکتا ہے کہ یہی آدمی پیدائشی طور پر ایک شاعر ہو؟ یہ ناممکن ہے۔

شاعری کا سفر بھی ارتقاء ورشد ونموّ وتکامل کی منزلوں سے گزر کر ہی مکمل ہوتا ہے۔

سروش آتا ہے نے کوئی اور افرشتہ
نگاہ و فکر سے اشعار خلق ہوتے ہیں

(نقاش علی بلوچ)

اچھے شعر کی خلقت مشاہدہ سے حاصل علم کو فکر کی بھٹی میں پکا کر اظہار کے پیمانے میں رکھ کر اپنے قاری وسامع کے سامنے پیش کرنے سے ہوتی ہے۔ساخت کے اعتبار سے ایک اچھے شعر کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے یعنی

''اظہار کا پیمانہ''،''خیال کی بلندی''،''کرافٹ یا صناعی''

1۔اظہار کا پیمانہ: یہ وہ تکنیک ہے جس کی مدد سے شاعر اپنے شعر کی پیمائش کرسکتا ہے۔اس کو شاعری کی زبان میں اوزان اور بحور کا علم کہتے ہیں۔

2۔خیال کی بلندی: مشاہدہ سے حاصل علم پر فقہ کرنے کے بعد خیال کامل جنم لیتا ہے اور شاعر اس خیال کو حسنِ جمال کی مدد سے لطیفانہ انداز میں بیان کرے تو یہ خیال کی بلندی ہوتی ہے۔

3۔کرافٹ یا صناعی: شاعر اس کی مدد سے کسی عام سی بات یا کسی عام سے مفہوم کو بہترین شعر میں بدل کر اسے پرکشش ودلچسپ بنا دیتا ہے۔جیسے غالب کہتا ہے۔

پھر اسی بے وفا پہ مرتے ہیں
پھر وہی زندگی ہماری ہے

ماضی و حال کے تمام بہترین شعراء کی طرح ظفر اعوان بھی بڑی سرعت سے جادۂ ارتقاء و رشد و نمو تکامل پر گامزن ہے۔ ظفر اعوان اپنے اشعار میں شعری پیمانۂ اظہار، بلندیِ خیال اور کرافٹ کو بہترین انداز میں استعمال کر رہے ہیں۔ ظفر اعوان کا ایک شعر دیکھئے گا۔

غیر ملکی ہیں یہاں پر، ہم وطن میں اجنبی
بیچ دی پہچان اپنی، ہم نے پیسوں کے لئے

اس ایک شعر میں بیک وقت ظفر اعوان نے بحر رمل مثمن محذوف کو بروئے کار لا کر پیمانۂ اظہار کو بھی بڑی خوبصورتی سے استعمال کیا ہے، خیال کی بلندی کو بھی چھوا ہے اور ایک عام سی بات کو کمال ہنر مندی سے پیش کر کے کرافٹ (صناعی) کا مظاہرہ بھی کیا ہے۔

شبانہ روز مشق و ریاضت کا نتیجہ ہے کہ ظفر اعوان پیمانۂ اظہار کی تکنیک پر مکمل عبور حاصل کر چکے ہیں جو ان کے باوزن اور بابحر اشعار سے ظاہر ہے۔

ایک جگہ اپنی مشہودیت پر شہادت دیتے ہوئے کہتے ہیں۔

تو نے جہاں سے دیکھا سچ ہے وہاں یہی
میں بھی تو اس جگہ سے دکھتا خراب ہوں

یہ خیال کی کمال بلندی ہے۔

ایک اور شعر میں خیال کی بلندی اور المیہ پر طاقتِ اظہار ملاحظہ کریں۔

زمیں ہو گئی تنگ تیری خدایا
ہواؤں میں سوئے مہاجر پرندے

ایک مطلع میں خود شناسائی کو کرافٹ کی بلندی پر جا کر اظہار میں لاتے ہیں اور کہتے ہیں۔

میری دشمن ہے سادگی میری
کھا گئی مجھ کو عاجزی میری

شوقِ شاعری کو کمال کاری گری اور کرافٹ سے بیان کرتے ہیں۔

آپ کو شوق شہرتوں کا ہے
میرا سب کچھ ہے شاعری میری

ظفر اعوان کی شاعری میں کرافٹ کے استعمال کی کچھ مزید مثالیں دیکھئے گا۔

لگا کر ٹیک ہم پر مسلکوں کا
ہمیں ہم سے لڑایا جاچکا ہے

ہونٹ کھولے تو قید بول گئی
بات پہلی تھی آخری میری

شاعری کے میدان میں ظفر اعوان اس وقت اپنے ہم نشینوں میں سرکردہ ہیں اور پیمانۂ اظہار و بلندیِ خیال و فنِ صنائع کو استعمال میں لا کر اپنے قاری و سامع کو

بہترین شعر عطا کر رہے ہیں۔

لبِ لباب یہ کہ ظفر اعوان اچھی شاعری کرنے کے لئے درکار تمام معیاروں پر عبور حاصل کرتے ہوئے اپنا نام اردو کے عمدہ شعراء میں شامل کر چکے ہیں۔

محنت کامیابی کی کنجی ہے اور ظفر اعوان اس کنجی سے اپنی ہر نئی غزل میں ایک نیا باب کھول کر اپنے مداحوں کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیتے ہیں۔

میں دنیا و آخرت میں ظفر اعوان کی کامیابی کے لئے دعا گو ہوں۔

نقاش علی بلوچ

24 جون، 2019ء لاہور (پاکستان)

نعت شریف

ہے لب پہ حرفِ دعا مدینہ
خدایا کر دے عطا مدینہ

علاج کر دے مرا بھی مولا
مرض ہے دنیا شفا مدینہ

لکھوں میں جا کر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے در پر
ہو شاعری کی، جزا مدینہ

زبان پر ہو درود جاری
ہو جسم و جاں میں رچا مدینہ

جہاں ملی تھی نبی ﷺ کو راحت
ہے کل جہاں سے بھلا مدینہ

وہ آکے رہ جائیں دل میں میرے
یوں دل کو میرے بنا مدینہ

بہت دیا ہے ظفر کو تو نے
کہو ناں یہ بھی، دیا مدینہ

❀

ٹھہر کیوں گئی ارتقائے محبت
خبر گیری کچھ اے خدائے محبت

نبی گر نہیں تو ولی کوئی بھیجو
کرامات سے جو بچائے محبت

محبت کی معراج کرب و بلا ہے
کہ نیزوں پہ قرآں سنائے محبت

محبت علیؓ ہے علیؓ ہے محبت
نجف کی ہوا ساتھ لائے محبت

وہ دے وار سب کچھ بنامِ محبت
جو صدیق رضی اللہ عنہ کو آزمائے محبت

مدینہ بنا دے مرے دل کو مولا
مرے جسم و جاں پر بھی چھائے محبت

محبت میں طاقت ہے اتنی ظفر جی
کہ سورج کو الٹا چلائے محبت

❀

آنکھ پرنم ہے دل پریشاں ہے
سوز و غم ہی وفا کا ساماں ہے

درد چہرے پہ رقص کرتا ہے
اور مژگاں پہ پیڑ افشاں ہے

دل مرا ہے حسینؓ کا خیمہ
مجھ کو کرب و بلا کا عرفاں ہے

نوکِ نیزہ پہ جو پڑھا جائے
میرا شبیر ایسا قرآں ہے

اشک بہتے ہیں چاند تاروں کے
کونہ کونہ زمیں کا گریاں ہے

وہ حسینی نہیں یزیدی ہے
جو مرے آنسوؤں پہ نالاں ہے

میں ظفر ہوں حسین کا ذاکر
مجھ پہ مولا مرے کا احساں ہے

❀

مرے چار سو ہیں مسافر پرندے
نہیں بھاتے مجھ کو مجاور پرندے

اگر ہم بھی ہوتے تو دنیا تھی جنت
ہیں مخلوق میں جتنے شاکر پرندے

جو ہو ہو کی آواز آتی ہے چھت سے
خدائے سخن کے ہیں ذاکر پرندے

مجھے بال و پر سے تو لگتا یہی ہے
ملائک بھی ہوں جیسے آخر پرندے

ہے پرواز جن کی ستاروں سے آگے
پرندوں سے بڑھ کر ہیں شاعر پرندے

وہ دکھ ہجرتوں کے نہیں جانتا ہے
کہ مارے ہیں جس نے مہاجر پرندے

یہ مُلحِد نگر سے ہیں آئے یہاں پر
ظفر بچ نہ پائیں یہ کافر پرندے

❀

ہے کٹھن بہت میاں راستوں کی شام بھی
شکر ہے گزر گئی حادثوں کی شام بھی

دیکھ کر دکھی ہمیں آنکھ تیری نم نہ ہو
ہنس کے پھر گزار دی سسکیوں کی شام بھی

یاد سے حرارتیں لے کے مستعار پھر
بن ترے گزار دی سردیوں کی شام بھی

سو گئے امیر بھی ذہنوں کی تھکن لئے
بھوکی پیاسی سو گئی بے گھروں کی شام بھی

چشمے خون رنگ ہیں پھول ہیں لہو لہو
کس قدر اداس ہے وادیوں کی شام بھی

سوچ کا دیا لئے لڑ رہے ہیں رات سے
گل نہ کر سکی جسے آندھیوں کی شام بھی

لوٹنا پڑے گا اب جلدی دیس میں ظفر
دور اب نہیں ترے ماتموں کی شام بھی

❀

عرش پر ہوں مکین برسوں سے
مجھ سے روٹھی زمین برسوں سے

سانپ اب مجھ کو ڈس نہیں سکتے
کاٹ دی آستین برسوں سے

رات دن کر رہا ہوں مزدوری
بن چکا ہوں مشین برسوں سے

آپ نے اعتبار توڑا ہے
آپ پر تھا یقین برسوں سے

حادثہ سانحہ بنانے میں
آپ ہیں بہترین برسوں سے

میں نے دو پل کا وصل مانگا تھا
اس نے کی چھان بین برسوں سے

شاعری کو حرام کہتے ہیں
بے وجہ مومنین برسوں سے

طورِ سینا سے پھر صدا آئے
منتظر سامعین برسوں سے

❀

محبت ہوگئی ہے تو کیا میری خطا ہے
مجھے ہی سوچتی ہے تو کیا میری خطا ہے

مرے بن کچھ بھی اچھا نہیں لگتا تجھے اب
یہ دنیا بوجھ سی ہے تو کیا میری خطا ہے

وہ جس کو چھوڑ کر میں ترے پہلو میں آیا
وہ مجھ کو ڈھونڈتی ہے تو کیا میری خطا ہے

مرے ہی دم سے تیرے چمن میں رونقیں ہیں
ہوائیں جھومتی ہیں تو کیا میری خطا ہے

مری پڑ جائیں نظریں ترے نکھرے بدن پر
مجھے تو کھوجتی ہے تو کیا میری خطا ہے

مری فوٹو کو اکثر لگا کر فون پر تو
اسے پھر چومتی ہے تو کیا میری خطا ہے

بھری محفل میں تیری نظر اعوان پر ہے
ظفر کو دیکھتی ہے تو کیا میری خطا ہے

❀

مجھے زندگی سے یقیں کچھ ہے لینا
کہ دانے سے جیسے زمیں کچھ ہے لینا

جو پہلے لیا تھا وہ واپس کیا ہے
مجھے اب کسی سے نہیں کچھ ہے لینا

طلب کی ہے سانسوں نے اجرت بدن سے
کرائے کے گھر سے مکیں کچھ ہے لینا

بہت ڈس لیا اب ہے باری ہماری
کہ سانپوں سے اب آستیں کچھ ہے لینا

مجھے جام و مینا کی چاہت نہیں ہے
مجھے تو مرا ہم نشیں کچھ ہے لینا

وہ سجدے خدا کو بھی کرتے ہیں ایسے
کہ سجدوں سے شاید جبیں کچھ ہے لینا

محبت کے بازار سے گر ظفر کو
جو لینا پڑا بہتریں کچھ ہے لینا

❀

چہرے کی تحریر کو پڑھنا سیکھا ہے
اک تری تصویر کو پڑھنا سیکھا ہے

میٹھی چوری بیلے خوابوں میں آتے ہیں
میں نے جب سے ہیر کو پڑھنا سیکھا ہے

شوق سے پڑھتے، ہو شاہی فرمانوں کو
کیا کسی دلگیر کو پڑھنا سیکھا ہے

ہجر کے موسم میں ہم نے، تنہائی سے
یادوں کی تعمیر کو پڑھنا سیکھا ہے

تم نہیں پڑھتے ہو میرے افسانے کو
بس مری تشہیر کو پڑھنا سیکھا ہے

دیکھ کے ظالم کی آنکھوں میں ہم نے تو
ظلموں کی شمشیر کو پڑھنا سیکھا ہے

تیرے ہر حیلے سے میں واقف ہوں ظفر
تیری ہر تاخیر کو پڑھنا سیکھا ہے

❀

دھوپ کے نکلنے کا انتظار کیا کرتے
وادیوں کے موسم پر اعتبار کیا کرتے

آتشِ محبت میں گھر جلا کے بیٹھے ہیں
روشنی کو چھونے کا تھا خمار کیا کرتے

محنتوں کے بدلے میں بس تھکن سمیٹی ہے
غربتوں کے مارے ہم کاروبار کیا کرتے

بھوک کی ہتھیلی پر چھالے گن نہیں پائے
آسماں کے تاروں کو ہم شمار کیا کرتے

تھی خبر اندھیرے میں تنہا چھوڑ جاؤ گے
ہاں مگر اجالے پر آشکار کیا کرتے

عاشقوں نے الفت میں جتنی خاک چھانی ہے
خاک گر نہیں ہوتی خاکسار کیا کرتے

شہر بھر میں ہے چرچا جس قدر ظفر تیرا
ہم تری کہانی کا اختصار کیا کرتے

❀

اک سکوں سا دکھتا ہے آپ کے انوپ میں
جیسے کوئی بیٹھا ہو سردیوں کی دھوپ میں

ایک بار جو ملا وہ تو ہو گیا ترا
کوئی جادو ٹونا ہے تیرے رنگ روپ میں

میرا بس چلے تو میں چاند تم پہ وار دوں
تیرا حق یہ بنتا ہے باخدا سروپ میں

میری ذات میں تو اب ذات ایک ہے بسی
جا بجا مکین ہے جسم و جاں کے لوپ میں

سب مکان جس کے ہیں اور لامکاں ہے جو
جس کے سارے روپ ہیں رہتا ہے اروپ میں

دوزخوں کی آگ یوں دور ہم سے ہو گئی
بخش دی بہشت جو رب نے ماں کے روپ میں

ڈھونڈتے ہو تم ظفر کن کے راز کو ابھی
ہم نے وہ بھی پا لیا جو چھپا نروپ میں

❀

پھنس چکے ہیں سر تلک دلدلوں کے درمیاں
ہوگیا کٹھن سفر حادثوں کے درمیاں

دل کے آسمان پر اب خوشی یوں لگتی ہے
دھوپ جیسے نکلی ہو بادلوں کے درمیاں

گر خدا نہ چاہے تو کچھ نہ کر سکو گے تم
ہم کو بس یہ کہنا ہے سازشوں کے درمیاں

خط نہیں پڑھا ہے گر دیکھا بھی نہیں اسے
دل چھپا کے رکھا تھا کاغذوں کے درمیاں

آسماں پہ رات تھی نور تھا زمین پر
چاند چھت پہ آیا تھا بارشوں کے درمیاں

ہم سفر کہیں کسے منزلوں کی راہ پر
راستے بکھر گئے راستوں کے درمیاں

مرشدی کہوں ظفر پیر میں کہوں اسے
حق کی بات جو کرے ظالموں کے درمیاں

❀

وطن میں زندگی کا تماشہ ہو رہا ہے
کہ ہر پل بے حسی کا تماشہ ہو رہا ہے

وہ دینگے روٹی کپڑا اگر ہم ووٹ دینگے
ہماری مفلسی کا تماشہ ہو رہا ہے

پہن کر خاکی جوڑا بنا ہے ڈاکو خادم
نگر میں عاجزی کا تماشہ ہو رہا ہے

جدھر سے کافری کی سند ملتی تھی کل تک
وہاں بھی دوستی کا تماشہ ہو رہا ہے

پرانے چور لیکر ہے کرنی چور ماری
عجب سا بہتری کا تماشہ ہو رہا ہے

وہ جس نے گھر دیا تھا کبھی اِن بے گھروں کو
اسی سے سرکشی کا تماشہ ہو رہا ہے

خدا ہی جانتا ہے ظفر ہو گا ترا کیا
ادھر تو ان کہی کا تماشہ ہو رہا ہے

❀

صورتِ اشک ضوفشانی ہے
یہ محبت کی مہربانی ہے

لوح محفوظ پر جو لکھی ہے
وہ کہانی مری کہانی ہے

پارسا خود کو کب کہا لیکن
تجھ سے بہتر مری جوانی ہے

صرف تنہا نہیں کیا مجھ کو
بلکہ تہمت بھی اک لگانی ہے

آنکھ جھپکی تو شام آ ٹھہری
مختصر کتنی زندگانی ہے

وصل اور ہجر میں رہا پستا
جس نے بھی دل کی بات مانی ہے

پہلے دل ہی تھا اشک ظفر
اور اب آنکھ میں بھی پانی ہے

❀

وہ جو سارے تھے ہمارے رازداں
ہم نے دیکھے ہیں عدو کے درمیاں

آپ تو سہمے ہوئے ہیں اس قدر
سر پہ جیسے آ گرے گا آسماں

چاند جب آتا نہیں ہے بام پر
زہر لگتی ہے مجھے یہ کہکشاں

کشتی اپنی ہے حوالے لہر کے
اپنی منزل ہے نہ کوئی بادباں

آگ پانی کو لگانی ہے مجھے
دھوپ کو کرنا ہے اب کے سائباں

آپ کے جیسا ہی میں بد نام ہوں
آپ سے ملتی ہے میری داستاں

آنکھ بھر کے اس نے دیکھا ہے ظفر
یہ بھی کوئی ہے ہمارا امتحاں

❀

یہ رونق جہاں کی ہماری نہیں
ہمیں پہلے والی خماری نہیں

پرانا تعلق نہیں اب رہا
نئے کی ہمیں وضع داری نہیں

بھلا ڈال چاہے خبر گیری کر
ہمیں پہلے سی بے قراری نہیں

نئی نوکری ہے تو محتاط ہیں
نظر بھی تو ہم نے اُتاری نہیں

ہمیں وحشتوں سے نہیں ڈر کوئی
جدائی کا بھی خوف طاری نہیں

رگِ جاں میں بس چکا ہے خدا
یہ دل اب نفس کا پجاری نہیں

ظفر کو کسی سے شکایت نہیں
رکھا دل پہ یہ بوجھ بھاری نہیں

❀

میں تو اب تک آنسو پینا سیکھ رہا ہوں
مشکل ہے پر تم بن جینا سیکھ رہا ہوں

دل چوٹوں سے بچ پائے یہ ممکن کب ہے
میں تو دل کے چاک کو سینا سیکھ رہا ہوں

لہریں دشمن ہیں اور کنارے روٹھے ہیں
ہوگا کیسے پار سفینہ سیکھ رہا ہوں

یارو مجھ کو مے نوشی سے بیر نہیں ہے
بس آدابِ جام و مینا سیکھ رہا ہوں

میرے جسم و جاں پر رنگ چڑھے بس ان کا
دل میرا بن جائے مدینہ سیکھ رہا ہوں

عشق کے نور سے مجھ کو اب جگمگ ہونا ہے
ہوگا روشن کیسے سینہ سیکھ رہا ہوں

ایسے لوگوں کی قربت سے دوری بہتر
دل میں ہے ظفر جن کے کینہ سیکھ رہا ہوں

❀

انہیں جتنا سنبھالا جا چکا ہے
ہمیں اتنا اچھالا جا چکا ہے

بچھا کر پھول ان کے راستوں پر
ہمیں خوشبو پہ ٹالا جا چکا ہے

جدھر جانے سے پر جلتے ہیں تیرے
ادھر میرا حوالہ جا چکا ہے

اسے کہنا کہ اب مہندی لگا لے
مرے ہاتھوں کا چھالا جا چکا ہے

نگر مشہور تھا جو روشنی کا
وہاں سے بھی اجالا جا چکا ہے

یہ دنیا بھی نہیں پکا ٹھکانہ
بہشتوں سے نکالا جا چکا ہے

یہی تھا امتحانِ پارسائی
ہمیں اگنی پہ ڈالا جا چکا ہے

بھرا ہے زہر تیری آستیں میں
ظفر سانپوں کو پالا جا چکا ہے

❀

محبتوں میں صلہ نہیں ہے
مگر کسی سے گلا نہیں ہے

جو دل مروت میں پھٹ چکا ہو
وہ دل کسی سے سلا نہیں ہے

تری گلی چھوڑ کر ہمارا
کوئی بھی اب راستہ نہیں ہے

سکون تجھ سے بچھڑ کے دل کو
نہیں مرے قاتلا نہیں ہے

غضب خدا کا تو میرا ہو کر
زمانہ گزرا ملا نہیں ہے

یوں عمر بیتی ہے جان تجھ سے
مرا کوئی رابطہ نہیں ہے

بچھڑتے لمحے نہ مڑ کے دیکھے
ظفر میں یہ حوصلہ نہیں ہے

❀

راستہ ہم سفر نہیں ہوتا
چاند بھی رات بھر نہیں ہوتا

جگنو کو آفتاب کہہ دینا
جانِ من اب ادھر نہیں ہوتا

تیری آنکھوں کے جادو ٹونے کا
میرے دل پر اثر نہیں ہوتا

جس کے پاؤں کے نیچے جنت ہے
اپنا کیوں اس کا گھر نہیں ہوتا

پیش ہوتے جہاں ہوں نذرانے
وہ تو مرشد کا در نہیں ہوتا

شہر تو ہے یہ اب خداؤں کا
کوئی یاں پر بشر نہیں ہوتا

ہو جہاں ذکر بادشاہوں کا
اس جگہ پر ظفر نہیں ہوتا

❀

رہتا ہے سفر تھوڑا
ستا لے ادھر تھوڑا

مانگ کر دعا لینا
رکھتی ہے اثر تھوڑا

خود کو توپ جو سمجھے
ہوتا ہے بشر تھوڑا

رہتے ہیں وہ نظروں میں
ملتے ہیں مگر تھوڑا

دکھتا ہی نہیں ان کو
میں ہوں اس قدر تھوڑا

پورا میں بھی ہو جاتا
ملتا تو اگر تھوڑا

مجھ میں بیشتر تو ہے
مجھ میں ہے ظفر تھوڑا

❀

دھرتی امبر تارے جھوٹے
روز و شب نظارے جھوٹے

لہروں کا پیغام ملا ہے
دریا پار کنارے جھوٹے

کاروبارِ عشق میں صاحب
نفعے اور خسارے جھوٹے

چارہ ساز کھڑا ہے کب سے
بیٹھے ہیں بے چارے جھوٹے

مٹی ہوتی ہے بس مٹی
مٹی کے فن پارے جھوٹے

پگڑی سر پر رکھ کر پھر سے
ہم نے خوب سنوارے جھوٹے

تو بھی نکلا ظفری جھوٹا
تو نے خواب پسارے جھوٹے

❀

ہو اتنا معتبر کوئی
بنے جو ہم سفر کوئی

فرشتے ہیں سبھی اب تو
نہیں دکھتا بشر کوئی

کوئی اس سے کہے جا کر
ہے اب بھی منتظر کوئی

عیاں بے چارگی ہر سو
نہیں ہے چارہ گر کوئی

مرا مجھ میں بہت کم ہے
ہے مجھ میں بیشتر کوئی

میں جب سے چھوڑ آیا ہوں
ہوا ہے مختصر کوئی

ہوئی مدت نہیں دیکھا
سنا ہے تھا ظفر کوئی

❀

روٹھے بھی تم نہیں ہو مگر بولتے نہیں
ہم سے یہ کیا حجاب گرہ کھولتے نہیں

پینا ہے میں نے آج ترے ہاتھ سے ابھی
لائے تھے زہر کا ہے اسے گھولتے نہیں

شاید کہ پتھروں سے پڑے سر کو پھوڑنا
ان کو بھی ٹھوکروں میں کبھی رولتے نہیں

ہوگا تو کامیاب ارادے چٹان کر
اک بار لی جو ٹھان تو پھر ڈولتے نہیں

کیسا وہ شعر جو نہ کرے دل پہ وار ہی
لفظوں کو شاعری میں یونہی تولتے نہیں

باتوں سے لگ رہا ہے کہ صاحب شریف ہیں
میری طرح سے پی کے کبھی ڈولتے نہیں

تالاب گرمیوں میں ہوا ہوگئے ظفر
چشموں کے ٹھنڈے پانی کبھی کھولتے نہیں

❀

ساتھ میں تیرے ہر اک لمحہ اچھا ہے
مل کے جتنا بھی کاٹا رستہ اچھا ہے

جب بھی گرنے لگا ہوں تم نے تھاما ہے
جیت میں میری تیرا حصہ اچھا ہے

پیڑ میری میں آنکھیں نم تری دیکھیں
پیار میں دردوں ، کا بھی پہرہ اچھا ہے

سکھ میں رونق دکھوں میں تم دلاسہ ہو
تم سے پایا ہے جو بھی تحفہ اچھا ہے

روکھی سوکھی پہ بھی شاکر رہے ہو تم
گھر کا تو نے رکھا جو پردہ اچھا ہے

پیار کے رنگوں سے ہے جو لکھا ہم نے
ساری دنیا سے اپنا قصہ اچھا ہے

ہے تعلق ظفر ، یہ سارا چاہت کا
ہے وفا سے جڑا یہ رشتہ اچھا ہے

❀

بڑا شاعر نہیں، مانا
مگر لکھتا ہوں روزانہ

اسے زلفوں سے کیا لینا
جو لفظوں کا ہو دیوانہ

جہاں پر روشنی ہو گی
وہیں جائے گا پروانہ

ابھی تو جام ہے پہلا
ابھی رہنے دو پیمانہ

خطا ساری ہے نظروں کی
ہوا دل کو ہے جرمانہ

ہمیں آ کے وہ سمجھائے
جسے آتا ہو سمجھانا

کرو کچھ اور بہتر ہے
ظفر کو چھوڑو بہلانا

❀

پیار میں نام کر گیا ہے ظفر
جو محبت میں مر گیا ہے ظفر

خود سے بھی بڑھ کے مان تھا جس پر
وہ بھی الزام دھر گیا ہے ظفر

ہر پرندہ تھکن مٹانے کو
شام ہوتے ہی گھر گیا ہے ظفر

مصلحت سے زبان چپ ہے مگر
مت یہ سمجھو کہ ڈر گیا ہے ظفر

جو چڑھا ہے نشہ محبت کا
روح تک میں اتر گیا ہے ظفر

اب بھی قائم ہے عہد الفت پر
کیسے کہہ دوں مکر گیا ہے ظفر

آپ پھر بھی خفا ہیں اپنا سر
آپ کے نام کر گیا ہے ظفر

❀

دھوکے ملتے رہے سہولت سے
ہم ہیں عاجز تری قیادت سے

کچرا ہو گندگی کی ڈھیری ہو
بدبو آئے تری صداقت سے

بھیڑ میں جیسے بچہ کھو جائے
کھو گیا سچ کہیں سیاست سے

آج پیچھے ہو ووٹ کی خاطر
ہم کو دیکھو گے کل حقارت سے

لہجہ شیریں تھا لفظ موتی تھے
ہم کو لوٹا گیا شرافت سے

موت گمنامیوں کو کہتے ہیں
بندہ مرتا ہے کب ہلاکت سے

دینا ہوگا کڑا حساب ظفر
کام چلتا نہیں خطابت سے

❀

جو کرے فیصلہ غریبوں کا
ہے کوئی آسرا غریبوں کا

سال پورا ہی رکھتے ہیں روزے
دیکھ لو حوصلہ غریبوں کا

جان واری تھی بارہا تم پر
تو ہی تھا رہنما غریبوں کا

تو نے کشتی میں چھید کر ڈالے
تو نہیں ناخدا غریبوں کا

با خدا بار بار مت لُوٹو
اتنا ہے مدعا غریبوں کا

لنکا تیری جلا کے رکھ دیں گے
جو کبھی سر پھرا غریبوں کا

غربتیں ہو گئیں عزیز ہمیں
ہے ظفر مصطفٰےؐ غریبوں کا

❀

چاند تاروں کی بات کرتا تھا
آسماں تھا زمیں پہ رہتا تھا

پیار تھا اس کو میٹھے چشموں سے
ایک دریا جو الٹا بہتا تھا

آج سورج ہے اس کے آنگن میں
جو کبھی چاندنی پہ مرتا تھا

اس کے کاندھوں پہ ذمہ داری تھی
اس لئے بوجھ دل پہ سہتا تھا

اس کا تھا ذائقہ الگ صاحب
ماں کے ہاتھوں جو ساگ پکتا تھا

گردش وقت نے ہے رام کیا
بات بن بات ہی جو لڑتا تھا

ہیں ظفر ، یار آستینوں میں
بے وجہ سانپ سے میں ڈرتا تھا

❀

سورج کو جگنو بیچے ہیں
جنگل کو آہو بیچے ہیں

تم نے بیچا ہے ساون کو
ہم نے تو آنسو بیچے ہیں

خیرات کیا ہے دردوں کو
پھر درد کے دارو بیچے ہیں

چہرے نے بیچا پھولوں کو
آنکھوں نے جادو بیچے ہیں

رب جانے کیا مجبوری تھی
گوری نے گھنگھرو بیچے ہیں

دن کو بیچا آرام سکوں
راتوں کو اُلو بیچے ہیں

ہر سو اعوان تماشہ ہے
کس کس نے ڈمرو بیچے ہیں

❀

یوں چاہتوں کو بھلانے کی ضد نہیں کرتے
کہ اپنا آپ مٹانے کی ضد نہیں کرتے

کئی برس کی جدائی کے بعد آئے ہو
تو جلد لوٹ کے جانے کی ضد نہیں کرتے

محبتوں میں مگن ہوں جو دو پرندے تو
کبھی بھی ان کو اڑانے کی ضد نہیں کرتے

کسی کے پیار میں دل ٹوٹ بھی گیا مانا
مگر یہ زہر تو کھانے کی ضد نہیں کرتے

تمام عمر پشیماں نہ ہونا پڑ جائے
بے وجہ روٹھ کے جانے کی ضد نہیں کرتے

پرانے خط سدا تنہائیوں میں کام آئیں
اے جانِ جاں یہ جلانے کی ضد نہیں کرتے

محبتیں ہی سمیٹو کہ جتنا ممکن ہو
عداوتوں کو بچانے کی ضد نہیں کرتے

جدائیوں کے زمانے میں جتنے زخم لگیں
وصال رت میں دکھانے کی ضد نہیں کرتے

تھما دیا ہے اگر ہاتھ ہاتھ میں اے ظفر
پھر اتنی جلدی چھڑانے کی ضد نہیں کرتے

ہم نے پالا روگ الگ ہے
اندر اپنے سوگ الگ ہے

واعظ جی نفرت مت بیچیں
مذہب کا پریوگ الگ ہے

اللہ اللہ کرتا ہے بس
ہوتا اللہ لوگ الگ ہے

کاش پسند آ جائے ان کو
پیش کیا جو بھوگ الگ ہے

غم کی عادت ہو جائے گی
ہم نے سیکھا یوگ الگ ہے

ہیر کی چوری بھی ہے پھیکی
رانجھے کا بھی جوگ الگ ہے

دھیرے دھیرے راز کھلے گا
ظفری کا سنجوگ الگ ہے

❀

ہر کہی ان کہی سے ڈرتے ہیں
آپکی بے رخی سے ڈرتے ہیں

موت سیڑھی ہے وصل جاناں کی
ہم فقط زندگی سے ڈرتے ہیں

رب سے ڈرتے تو ہم ولی ہوتے
جس قدر آدمی سے ڈرتے ہیں

امن کی خواہشوں کو پالا ہے
ورنہ ہم کب کسی سے ڈرتے ہیں

واقعہ چاہے اچھا ہو یا برا
دونوں کی سنسنی سے ڈرتے ہیں

ہو گئے جب سے چاک دامن ہم
ہر گھڑی روشنی سے ڈرتے ہیں

بن نہ جائے ظفر تماشہ تُو
ہم تری خود سری سے ڈرتے ہیں

❀

ہم نے جو بارہا کہا تم سے
آج تک وہ نہیں ہوا تم سے

قید کرتے ہو اس کو آنکھوں میں
صرف اک بار جو ملا تم سے

تیرے ہاتھوں سے رنگ مہندی کا
ہم نے مانگا تھا بر ملا تم سے

آخری سانس رہ گئی آ جا
عمر بھر واسطہ رہا تم سے

تیری محفل میں میرا قاتل تھا
بس یہی رہ گیا گلہ تم سے

کیسے برباد دل کو کرتے ہیں
جگ نے سیکھا ہے بے وفا تم سے

اب ظفر چاہے آؤ خوابوں میں
اب نہیں ملنا باخدا تم سے

❀

چلتے چلتے وہ جب ٹھہر جائے
دیکھ کر کیوں نہ کوئی مر جائے

پہلو میں یار اور ہے بارش
ہوگا پاگل کوئی جو گھر جائے

ٹھہری سانسیں بحال ہو جائیں
جانے والے تو رک اگر جائے

اپنی منزل نہ کوئی مسکن ہے
جائیں گے راستہ جدھر جائے

ہر کوئی ظالموں کا ساتھی ہے
تیرا مظلوم اب کدھر جائے

شہر جتنا بنا کے گھر صاحب
کہتے ہیں بھاڑ میں نگر جائے

بندہ محفل میں ایک تھا زائد
اس نے پھر کہہ دیا ظفر جائے

❀

آپ پہ وارے سپنے صاحب
آنکھ نے دیکھے جتنے صاحب

آج کے پیر و مرشد جھوٹے
اکثر ہیں بس فتنے صاحب

جتنے تھے بارش کے قطرے
برسے ہیں غم اتنے صاحب

لاش تھی دفنانی بیٹے کی
ماں نے بیچے گہنے صاحب

سودا گھر کا کر بیٹھے ہیں
آئے ہو جب رہنے صاحب

آپ تو شاعر ہیں چوٹی کے
آپ کے کیا ہیں کہنے صاحب

بول کے آپ چلے جائیں گے
ہم کو بول ہیں سہنے صاحب

کچا ہو یا گھڑا ہو پکا
دریا تو ہیں بہنے صاحب

محفل میں اعوان ظفر کی
آپ بہت ہیں جچنے صاحب

❀

اگر ہم نے خود کو جلایا نہ ہوتا
جہاں روشنی میں نہایا نہ ہوتا

بھلا تیری راہیں بھی تکتے کبھی ہم
اگر ہم نے خود کو سجایا نہ ہوتا

اگر روٹھ جاتے زمانے سے ہم بھی
ہمیں بھی کسی نے منایا نہ ہوتا

ہمارے مقابل تمھیں آنا پڑتا
ہمیں کو جو ہم سے لڑایا نہ ہوتا

ترے ہاتھ کو پھر سہارا سمجھتے
اگر تو نے ہم کو گرایا نہ ہوتا

ہے وہ آنکھ نم آج میری وجہ سے
کہ یوں کاش میرے خدایا نہ ہوتا

اگر پاس ہوتا وفاؤں کا تم کو
کبھی بھی ظفر تو پرایا نہ ہوتا

❀

ہم بے حس ہیں ہم غافل ہیں
ہم لکھ پڑھ کر بھی جاہل ہیں

ان سے امدادیں بسم اللہ
ویسے وہ کاذب، باطل ہیں

ہم کو تو سمجھے گا کیسے
ہم دنیا بھر سے مشکل ہیں

ہم نے مذہب تک بیچ دیا
ہم نام خدا پر حاصل ہیں

ہم باتیں اعلی کرتے ہیں
ہم کام میں بالکل کاہل ہیں

دریا میں جن کے گھوڑے تھے
اب بن پانی کے ساحل ہیں

ہیں ظفر جو قابض منبر پر
بس وہ اسلام میں داخل ہیں

❀

بے رخی کو ادا سمجھ بیٹھے
درد کو بھی دوا سمجھ بیٹھے

دیکھنے آئے تھے تماشہ جو
ہم انہیں آسرا سمجھ بیٹھے

ہم کو لُوٹا خدا کے بندوں نے
ہم خدا کی رضا سمجھ بیٹھے

جو فقط طوق تھا غلامی کا
ہم اسی کو ردا سمجھ بیٹھے

ہم تو فکر معاش میں گم تھے
آپ ہم کو خفا سمجھ بیٹھے

دور ہی رہنا ایسے لوگوں سے
جو فنا کو بقا سمجھ بیٹھے

کشتیاں جو ڈبو رہے ہیں ظفر
سب انہیں ناخدا سمجھ بیٹھے

❀

نیندوں کی تعمیر رکی ہے
خوابوں کی تعبیر رکی ہے

مجھ کو روکا مجبوری نے
تیری کیوں شمشیر رکی ہے

کوئی غزل بھی ہو نہیں پاتی
لفظوں کی جاگیر رکی ہے

سب پر یکساں لاگو ہو جو
جرم کی وہ تعزیر رکی ہے

موزوں رنگ نہیں ملتا ہے
شعروں کی تصویر رکی ہے

اس کو ہی منظور نہیں جب
میری ہر تدبیر رکی ہے

اک انجانا خوف ظفر ہے
عدل کی جو زنجیر رکی ہے

❀

سانپ پالے ہیں آستینوں میں
یار کوئی نہیں کمینوں میں

میٹھے لہجے سے رام کرتی ہے
ہے مگر عام سی حسینوں میں

زلزلوں میں مکان ٹوٹ گئے
شہر زندہ رہا مکینوں میں

زہر بویا تو زہر کاٹو گے
تخم مرتا نہیں زمینوں میں

شیخ و واعظ حرام کھاتے ہیں
داغِ سجدہ لئے جبینوں میں

وقت نے ساعتیں مٹا ڈالیں
سال مرتے گئے مہینوں میں

آج پھر جھوٹ کی پرت میں ظفر
شک لپیٹے گئے یقینوں میں

❀

لب و رخسار کیا کہیے
ہوا دیدار کیا کہیے

سرِ دیوار ایسے ہو
پسِ دیوار کیا کہیے

ترے دیوانے محفل میں
نہیں دو چار کیا کہیے

تو اڑتا ہے ہواؤں میں
تری رفتار کیا کہیے

محبت کا صلہ ہے یہ
لٹا گھر بار کیا کہیے

چلو دشمن سہی اب تم
کبھی تھے یار کیا کہیے

مرے قاتل کی بانہوں میں
مرا دلدار کیا کہیے

تمہیں کچھ کہہ نہیں سکتا
تو ہے فنکار کیا کہیے

ظفر اعوان اب تیرا
نہیں حقدار کیا کہیے

❀

راز رکھتی نہیں ہیں سینوں میں
ہے یہی خامی مہ جبینوں میں

ایک اک کر کے ساتھ چھوڑتے ہیں
پانی بڑھتا ہے جب سفینوں میں

عمر لگتی ہے اس محبت میں
بات بنتی نہیں مہینوں میں

ڈھونڈنے کی فقط ضرورت ہے
ہے بہت کچھ یہاں دفینوں میں

جو حفاظت پہ میری تھا معمور
ہے وہ شامل تماشبینوں میں

کس نے بوئے ہیں بیج نفرت کے
میرے اجداد کی زمینوں میں

جانے کب لوٹنا پڑے واپس
خوف بستا ہے تارکینوں میں

جانتا ہوں حقیقتِ یاراں
سانپ پالے ہیں آستینوں میں

دوست بنکر جو کاٹتے ہیں جڑیں
تو بھی شامل ہے ان کمینوں میں

ہائے اگنے لگے ہیں سر لوگو
اب مرے دیس کی زمینوں میں

میرے بچوں کا رزق آج ظفر
منتقل ہو گیا مشینوں میں

❀

حیرانی سی حیرانی ہے
پردے میں بھی عریانی ہے

صبروں کے روزے ٹوٹے ہیں
آنچل کی یہ شیطانی ہے

تو پریوں سے بھی سندر ہے
ہائے تو بھی کیوں فانی ہے

آنکھوں کی ندیاں بہتی ہیں
دریاؤں میں ویرانی ہے

میں کہتا تھا ''میں'' کو مارو
میری دل نے کب مانی ہے

کنگا، زم زم سے کیا مطلب
پیاسے کا مذہب پانی ہے

تم پر فتوے لگ جائیں گے
ظفری جو تو نے ٹھانی ہے

❀

ہم تو ٹھہرے زرد پتے
کھا گئی ہے گرد پتے

اک شجر ہے ساری دنیا
جس کے ہیں سب فرد پتے

جو ہوا سے لڑ رہے ہیں
ہیں وہی تو مرد پتے

بعد صرصر سرسراہٹ
بن گئے سر درد پتے

سوکھے ہیں ٹہنی سے پہلے
کتنے تھے ہمدرد پتے

صاحب عالم کے گلشن
رہتے ہیں آوردپتے

زندگی میں ہیں ظفر جی
سوکھے بکھرے سرد پتے

❀

محرم گر دل کا مانا ہے
تو پھر یہ کیسا پردہ ہے

جھگڑا تھا پہلے وقتوں کا
قبروں کو جس نے کھودا ہے

دنیا نفرت کا جنگل ہے
جو بیج تھا کل اب پودا ہے

پھر سے بدلا ہے بن بولے
یہ وقت بڑا ہی شودا ہے

سب سونے والے جھاگتے ہیں
جب جھاگنے والا سوتا ہے

کب داغ پرانے مٹتے ہیں
تو چاند کو کاہے دھوتا ہے

بیٹھا ہے، ظفر جو راہوں میں
یہ من مرضی کا سودا ہے

❀

اس سے جب بھی میں یہ کہوں آئے
میری ہستی میں اک جنوں آئے

بند مژگاں پہ جان اٹکی ہے
آنکھ کھولو تو کچھ سکوں آئے

دل کا دروازہ وا نہیں ہوگا
میں اگر غیر سے سنوں آئے

عرش جب آملا زمینوں سے
آسمانوں سے پھر ستوں آئے

میں حقیقت کا ہی مبلغ تھا
میرے حصے مگر فسوں آئے

پگڑیاں اب نہیں بچھائیں گے
جو بھی آئے وہ سرنگوں آئے

دوڑ دھوپوں سے خاک اڑتی ہے
جب ظفر بخت میں زبوں آئے

❀

اب کے ساون بھی سوکھا ہے
دھرتی سے بادل روٹھا ہے

کچرے میں ڈھونڈ رہا ہے کچھ
بوڑھا وہ شاید بھوکا ہے

چہرہ بھی اترا اترا ہے
برہم ہے لہجہ روکھا ہے

لہروں میں سہارا تھا جس کا
وہ تنکا بھی تو ڈوبا ہے

پگڑی تھی جس کی ٹھوکر پر
اب اس کے منہ پر جوتا ہے

ہر بار بھروسہ توڑا ہے
ہر بار ہی نکلا جھوٹا ہے

پتھر بھی سونا ہو جائے
اعوان جسے تو چھوتا ہے

❀

عیش و عشرت میں جب رہو گے تم
تلخ موسم میں کیا کرو گے تم

آ پڑا ہجر تو میں سوچتا ہوں
میرے بن کس طرح جیو گے تم

موسمِ گل میں اس کو سمجھوں گا
میرے آنگن میں جب کھلو گے تم

تیرے انکار کو بدل دوں گا
بے رخی بھی نہ کر سکو گے تم

تیری ہر بات پر یقین ہمیں
مان لونگا میں جو کہو گے تم

یہ جو پاگل ہے تیرا عاشق ہے
میری خاطر یہ بھی سہو گے تم

توڑ کر آ گیا ظفر رسمیں
ساتھ اب تو مرے چلو گے تم

❀

قسمت کا پھیرا ووٹوں سے
کرنا ہے سویرا ووٹوں سے

اب دور کسان کا آئے گا
ہارے گا وڈیرا ووٹوں سے

ہم ایسا حال کریں گے اب
بھاگے گا لٹیرا ووٹوں سے

ہے اگلا وقت اجالے کا
مٹنا ہے اندھیرا ووٹوں سے

اپنا بہتر مستقبل میں
اب ہوگا بسیرا ووٹوں سے

رب نے چاہا تو ٹوٹے گا
غربت کا گھیرا ووٹوں سے

ہے ظفر جمہوری دنیا میں
اب دیس بھی میرا ووٹوں سے

❀

بال کو پر بنا لیا تو نے
پیر کو سر بنا لیا تو نے

بیچ کر پرکھوں کی زمینوں کو
شہر میں گھر بنا لیا تو نے

آسماں آ گرے گا شانوں پر
بے وجہ ڈر بنا لیا تو نے

دل کے راوی چناب ستلج کو
جانے کیوں تھر بنا لیا تو نے

وہ مرے کچے گھر کا آنگن تھا
اس میں بھی در بنا لیا تو نے

قلزمِ چشم میں پڑا سوکھا
بحر کو بر بنا لیا تو نے

دے کے اس کو فریب چُوری کا
ظفری چاکر بنا لیا تو نے

شور میں ہُو بھی قید ہوتی ہے
مجھ میں کچھ، تو بھی قید ہوتی ہے

روک رکھا ہے بات نے تیری
ورنہ خوشبو بھی قید ہوتی ہے

آدمی قید میں جو ہوتا ہے
سمت بھی سو بھی قید ہوتی ہے

پیار کے پھول جب نکلتے ہیں
رنگ میں بو بھی قید ہوتی ہے

بھولنا پڑتا ہے وجود اپنا
پھر کہیں خو بھی قید ہوتی ہے

ہم پہ بھاری زبان گوروں کی
اب تو اردو بھی قید ہوتی ہے

قید ہو جائے گر ظفر کو تو
جانے کیوں تو بھی قید ہوتی ہے

❀

سونا تیرا سنار تیرا ہے
ہر جگہ اختیار تیرا ہے

پھول پکڑے کھڑا ہوں مدت سے
اب تلک انتظار تیرا ہے

قتل ہوتے ہیں تیرے جلوے پر
شہر میں انتشار تیرا ہے

ہر کوئی دل پکڑ کے بیٹھا ہے
غم کا ہر شاہکار تیرا ہے

تجھ سے میں جیت ہی نہیں سکتا
میرا ہر راز دار تیرا ہے

مجھ گداگر سے بادشاہوں تک
رابطہ استوار تیرا ہے

پیار کا کل جہان ہے تیرا
اب ظفر خاکسار تیرا ہے

❀

چار سُو آپ کے کھڑے لوٹے
کوئی چھوٹے کوئی بڑے لوٹے

ہٹیاں سج گئی ہیں لوٹوں سے
سنگ لوٹوں کے ہیں جڑے لوٹے

مسئلہ تھا سیاسی پانی کا
غسل خانوں میں ہیں لڑے لوٹے

وہ سبھی خود مہان لوٹے ہیں
پاؤں میں جن کے ہیں پڑے لوٹے

نہ ملی آتشِ ٹلکٹ جن کو
وہ تو بن آگ ہی سڑے لوٹے

ایک دو لوٹیاں تو ایسی ہیں
جسم ایسا کہ ہوں گھڑے لوٹے

لوٹوں کے بچے بھی تو لوٹے ہیں
اور کچھ ہیں ظفر چھڑے لوٹے

❀

لہو نے بھگوئے مہاجر پرندے
قطاروں میں روئے مہاجر پرندے

زمیں ہوگئی تنگ تیری خدایا
ہواؤں میں سوئے مہاجر پرندے

شکاری پرندوں کو کاٹے ہے ایسے
کہ ہوں جیسے بوئے مہاجر پرندے

خدایا خبر خیر کی آئے جلدی
ابھی تک ہیں کھوئے مہاجر پرندے

بہت یاد کرتے ہیں اہل چمن کو
وطن سے پروئے مہاجر پرندے

جو غربت کی گولی سے مارے گئے تھے
وہ لالچ نے ڈھوئے مہاجر پرندے

جو تھے بن پروں کے ظفر اڑ نہ پائے
سمندر ڈبوئے مہاجر پرندے

❀

ارادوں کا خلاصہ کر چکا ہوں
تعلق کا احاطہ کر چکا ہوں

مناسب کام کرنا ہے کوئی اب
محبت کا تماشہ کر چکا ہوں

مرے اندر تھا جو بھی زہر جیسا
اسے کب کا پتاشہ کر چکا ہوں

مجھے تفصیل میں جانا نہیں اب
جو کرنا تھا خرابہ کر چکا ہوں

تری چادر کو کیسے چاک کر دوں
جسے اپنا عمامہ کر چکا ہوں

❀

وفا کی رہگذر پر ہے روکا حادثوں نے
سفر کو جاری رکھا ہے پھر بھی حوصلوں نے

مجھے خوش دیکھ کر وہ ذرا چکرا گئے تھے
کہ مجھ سے میرا پوچھا تھا میرے قاتلوں نے

یتیموں کی زمیں پر خدا کا نام لے کر
نئی مسجد بنائی ہے مل کر عابدوں نے

تعلق ہے سبھی سے نہیں ہے یار کوئی
اکیلا کر دیا ہے زیادہ رابطوں نے

نئی جب سوچ ہے تو نیا قانون بھی ہو
خیالوں کو ہے جکڑا پرانے ضابطوں نے

مری گر شاعری میں کوئی بھی سوز ہے تو
تری یادوں سے لیکر دیا ہے وحشتوں نے

لڑا ہوں دنیا بھر سے نہتا ہی ظفر میں
مجھے مروا دیا ہے مری ہی عادتوں نے

❀

اٹھتے تھے جو یہاں سے یہیں پر برس گئے
بادل کی طرح لوگ زمیں پر برس گئے

یہ سوچ تھی کہ ہم بھی سمندر کا حصہ ہوں
صحرا کی پیاس دیکھ وہیں پر برس گئے

وہموں کے تھے غبار سر شام چرخ پر
جب شک نہیں ملا تو یقیں پر برس گئے

چھت کا تھا جو نصیب ہوا اس کو وہ عطا
ایسا نہیں کہیں کے کہیں پر برس گئے

برسی ہیں اب کے خوب گھٹائیں غریب پر
دیوار و در بھی آج مکیں پر برس گئے

وہ داغ جو جوانی کے آنچل پہ تھے لگے
عمر ضعیف میں وہ جبیں پر برس گئے

منزل قریب تھی کہ ہوا رخ بدل لیا
بادل وہ پھر ظفر جی قریں پر برس گئے

❀

ترے بن جو گزرا کڑا وقت تھا وہ
گھڑی رک گئی تھی کھڑا وقت تھا وہ

جو دیدار کے لمحے پل میں گزارے
ابھی کہہ رہے ہو بڑا وقت تھا وہ

معطر فضائیں ابھی تک ہیں ایسے
کہ پھولوں میں جیسے جڑا وقت تھا وہ

جو تھی سوہنی ڈوبی آخر تھا ہونا
ہے بدنام یونہی گھڑا، وقت تھا وہ

مجھے تھا ٹھہرنا گزرنا تھا اس کو
خیالوں سے میرے لڑا وقت تھا وہ

ہماری کبھی بھی نہ بن پائی اس سے
مگر آپ کا تو دھڑا وقت تھا وہ

ظفر ان کا اب وہ مخالف ہوا ہے
کہ پاؤں میں جن کے پڑا وقت تھا وہ

❀

بن کے رادھا وہ کبھی شام سے ملنے آئے
چند گھڑیوں کو ہی بدنام سے ملنے آئے

انکو ملنے کے لیے دل تہ و بالا تھا مرا
پر وہ مجھ کو بڑے آرام سے ملنے آئے

جب سے وہ ہونٹ کسی اور کے قبضے میں ہوئے
یہ ترستے ہوئے لب جام سے ملنے آئے

کھینچ لائی مری چاہت میں یہ سمجھا تھا مگر
وہ تو اپنے ہی کسی کام سے ملنے آئے

خاص رستے پہ تو پہرے ہی بہت تھے اور وہ
اس لیے آج رہِ عام سے ملنے آئے

اسکو معلوم تو ہو درد کا مفہوم کبھی
وہ مرے تلخیِء آیام سے ملنے آئے

انکا آنا یا نہ آنا ہے برابر اے ظفر
دوست ہو کر بھی جو پیغام سے ملنے آئے

❀

عاجزی کا ہو گیا ظہور میرے سامنے
خاک ہو چکا ترا غرور میرے سامنے

آگہی نے روشنی کو جاودانی بخش دی
جابجا بکھر گیا ہے نور میرے سامنے

کھولے جا رہا تھا میں حجاب در حجاب کو
ہاتھ جوڑے آ گیا تھا طور میرے سامنے

اس قدر اداس تھا کہ بارشوں کے درمیاں
چن رہا تھا باغبان بور میرے سامنے

چھپ کے وار کر رہے ہو باخدا مرو گے تم
ایک دن تو آؤ گے ضرور میرے سامنے

تھا ہمیشہ ناز جس کو اپنی خوش نمائی پر
گر گئی ہے کس قدر وہ حور میرے سامنے

گولیوں کی گونج اور وقت عصر تھا ظفر
اڑتے اڑتے گر پڑے طیور میرے سامنے

❀

محبت میں تشکر یا کوئی احساں نہیں ہوتا
جو ہوتا ہے جہاں بھر میں وہ بالکل یاں نہیں ہوتا

خطائیں بھول کر تیری ترے پہلو میں رہتے گر
نہ ہوتی آنکھ نم اتنی جگر سوزاں نہیں ہوتا

ترے حق میں نہیں بولا مگر خاموش ہی تو تھا
بھلا خاموش رہنے کا بھی مطلب ہاں نہیں ہوتا

فقیروں کے مزاروں پر ملے ہیں ماتمی اکثر
مگر شاہوں کی قبروں پر کوئی گریاں نہیں ہوتا

جو ساگر میں نہیں گرتا وہ دریا سوکھ جاتا ہے
انا ئیں پالتا ہے جو اسے نِرواں نہیں ہوتا

خزانے ختم ہو سکتے ہیں سارے مال وحشمت کے
سخی کا در کسی صورت کبھی ویراں نہیں ہوتا

خدایا جتنا دنیا نے ظفر کا جی جلایا ہے
زمیں کو پھوک دیتا میں اگر دہقاں نہیں ہوتا

❀

میری دشمن ہے سادگی میری
کھا گئی مجھ کو عاجزی میری

ہونٹ کھولے تو قید بول گئی
بات پہلی تھی آخری میری

ڈر گیا تھا مرے اجالے سے
چھین لی سورج نے روشنی میری

دھن سنی مورچنگ کی جب سے
مجھ سے روٹھی ہے بانسری میری

آپ کو شوق شہرتوں کا ہے
میرا سب کچھ ہے شاعری میری

بے وجہ تہمتوں سے بہتر ہے
چھین لو مجھ سے زندگی میری

جانتے ہو مرا مزاج ظفر
سہہ نہ پاؤ گے دشمنی میری

❀

بالکل درست ہے مَیں زیرِ عتاب ہوں
لیکن مجھے گماں ہے مَیں کامیاب ہوں

مانا کہ تو حسیں ہے پریوں سے خوب تر
کہتی ہے ماں مری بھی، مَیں ماہتاب ہوں

مرجھا کے گر چکا ہوں رویا نہیں چمن
جاتی ہوئی رُتوں کا لاغر گلاب ہوں

تو نے جہاں سے دیکھا سچ ہے وہاں یہی
میں بھی تو اس جگہ سے دِکھتا خراب ہوں

پکڑوں گا صرف ان کو جن سے خفا ہیں وہ
سب کے لئے نہیں ہوں مَیں احتساب ہوں

میں مٹ رہا ہوں سوکھا پنجاب دیکھ کر
آب و بھنور سے خالی ویراں چناب ہوں

چھوڑا ظفر انہیں جب، تب سے ہوں دربدر
جس راہ جس نگر کا مَیں انتساب ہوں



زمیں ہوگئی تنگ تیری خدایا
ہواؤں میں سوئے مہاجر پرندے

DHANAK NAAT MATBUAT